جلد ۷۸ | اگست ۱۹۹۴ء | شمارہ ۔ ۱

اس شمارے میں

ناشر: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو ایس اے

پتہ: ۱۳۱۵ کنگز گیٹ روڈ، کولمبس، اوہائیو ۱۵۰۴- ۴۳۲۲۱ (یو ایس اے)

www.aaiil.org

اداریہ

امریکہ سے "پیغام صلح" کا اجرا

تحریک احمدیہ لاہور کا ترجمان پیغام صلح ۱۹۱۲ء میں احمدیہ بلڈنگس، لاہور (پاکستان) سے جاری ہوا تھا۔ اور بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے افکار و نظریات کے حوالہ سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مسلسل علمی اور فکری جہاد میں مصروف رہا۔ بعض نا مساعد حالات کی بنا پر اس کی اشاعت ۱۹۹۰ء میں بند کرنا پڑی اور اب احمدیہ انجمن امریکہ کے زیر اہتمام اس کا اجراء ہو رہا ہے۔ مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مضامین، اخبارات کے تراشے، خبریں اور دیگر اطلاعات ارسال کریں تاکہ اس کو زیادہ سے زیادہ مفید اور دلچسپ بنایا جا سکے۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مغرب سے طلوع اسلام کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت مقدر ہو چکا ہے جس کا شاندار آغاز ۱۹۱۲ء میں ووکنگ مسلم مشن، لندن کے قیام سے ہوا۔ یہ مشن ۱۹۶۵ء تک عالم اسلام کے لئے تحریک و اشاعت کا اہم مرکز رہا۔ حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کے انگریزی ترجمۃ القرآن اور دیگر بلند پایہ انگریزی لٹریچر کے ذریعہ تحریک احمدیہ لاہور کو مغرب میں اسلامی تعلیمات کو موثر رنگ میں پیش کرنے میں ایک منفرد مقام حاصل ہوا۔ پیغام صلح کے امریکہ سے اجراء سے انشاء اللہ اس تحریک کے مقاصد کو نسبتاً زیادہ آسانی اور بھرپور انداز میں آگے بڑھانے کا موقع ملے گا۔

احباب سے گزارش ہے کہ جماعت امریکہ کے اس نئے عزم کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں اور ہر لحاظ سے اس کی علمی اور مالی اعانت فرمائیں۔

ہماری کوشش رہی ہے کہ یہ شمارہ عیدالاضحیٰ سے پہلے شائع ہو تاہم کمپیوٹر کی بعض تکنیکی مشکلات کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔

یہ پہلا شمارہ آپ کو کیسا لگا۔ اس کے متعلق اپنی رائے اور تجاویز ہمیں ضرور ارسال کریں۔

چیف ایڈیٹر

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب

حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کی صحت بدستور کمزور چلی آ رہی ہے۔ گذشتہ ہفتے خون کا دباؤ کم ہونے کی وجہ سے کمزوری بڑھ گئی تھی۔ لیکن اب طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے سنبھل گئی ہے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کاملہ اور درازی عمر کے لئے اپنی پر خلوص دعائیں جاری رکھیں۔

وفات

ہم نہایت افسوس سے اطلاع دیتے ہیں کہ محترمہ انجم سعید بیگم جنرل عبداللہ سعید صاحب مرحوم و مغفور ۲۳ مئی ۹۴ء کی شب کو امریکہ کے شہر آرلینڈو میں انتقال فرما گئیں۔ ان کی نماز جنازہ ہوسٹن میں کرنل (ریٹائرڈ) محمود شوت صاحب انچارج لندن مشن نے پڑھایا۔ جنازہ میں امریکہ میں مقیم مرحومہ کے عزیز و اقارب کے علاوہ جنرل عبداللہ سعید مرحوم کے دوستوں اور مداحوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے۔ پاکستان میں جامع دارالسلام، لاہور کے علاوہ دیگر شہروں میں مرحومہ کے لئے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی۔

فجی احمدیہ انجمن کے نئے صدر

۲۷ مارچ کو احمدیہ انجمن فجی کی جنرل میٹنگ کا اجلاس ہوا جس میں ڈاکٹر محمد شمس الدین ساہو خاں صاحب کو نیا صدر منتخب کر لیا گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب گذشتہ دس سال سے انجمن کے نائب صدر تھے۔

فجی احمدیہ انجمن کا سہ ماہی خبرنامہ "خطاب"

احمدیہ انجمن فجی کا خبرنامہ آہستہ آہستہ اب ایک باقاعدہ رسالہ کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس خبرنامہ کو ایک خوبصورت نام "خطاب" دیا گیا ہے جو بامعنی بھی ہے۔ خطاب کے پہلے شمارہ میں جماعت کی خبروں کے علاوہ کیتھولک چرچ کے سربراہ کا مسلمانوں کے نام عیدالفطر کا پیغام درج ہے جس میں انہوں نے معاشرے میں اخلاقی اقدار کے حوالے سے گھر کے افراد کی اہمیت پر زور دیا ہے جو ہر دین اس کے ماننے والوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے، انہوں نے کہا کہ اس لحاظ سے ماہ رمضان کے روزے ان اقدار کی تربیت اور افراد کے فکر و عمل میں ان کو ترویج دینے کے لئے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ باطنی پاکیزگی کے علاوہ دوسروں کی خیر خواہی کا جذبہ بھی اس روحانی تربیت کا اہم جزو ہے۔

امریکہ میں احمدیہ کنونشن کا انعقاد

کولمبس: امریکہ جماعت اپنا سہ روزہ سالانہ کنونشن ۲۹ جولائی سے یکم اگست ۱۹۹۴ تک کر رہی ہے۔

نیویارک: اسی طرح امریکہ جماعت کی نیویارک شاخ بھی اگست ۹۴۔ میں ایک کنونشن کا اہتمام کر رہی ہے۔ جو ایک رنگ میں اس مرکز کے باقاعدہ افتتاح کی تقریب ہوگی۔ احباب کو یاد ہو گا کہ نیویارک کے احباب کئی سالوں سے اس کوشش میں تھے کہ نیویارک میں مرکز کے لئے عمارت ہو۔

جون ۹۳۔ میں احمدیہ انجمن امریکہ نے نیویارک شاخ کو مرکز کے لئے عمارت اور فرنیچر وغیرہ خریدنے کے لئے ایک لاکھ تیس ہزار ڈالر کا عطیہ دیا تھا۔ جماعت نے مقامی طور پر بھی عطیہ جات اکٹھی کیں اور نیویارک میں کوئنز ویلیج کے علاقہ میں ایک عمارت خریدی۔ جماعت کے سرگرم نوجوان اسلم اسحاق، شاہ رزاد علی اور دیگر احباب کی انتھک کوششوں سے اب یہ مرکز تیار ہو چکا ہے۔ اس مرکز کے افتتاح کے سلسلہ میں ۲۸ اور ۲۹ اگست ۹۴۔ کو کنونشن ہو رہا ہے ہماری دعا ہے کہ نیویارک شاخ کا یہ مرکز امریکہ میں تبلیغ و اشاعت کے کام کو اور زیادہ وسعت دینے میں احمدیہ انجمن امریکہ کا ممد ثابت ہو۔

ہالینڈ

ہالینڈ میں چھ مقامات پر جماعت کی شاخیں قائم ہیں ان تمام شاخوں کے نمائندوں پر مشتمل احمدیہ انجمن فیڈریشن ہے جس کے صدر محترم ڈاکٹر کرامت علی صاحب ہیں۔ اس فیڈریشن کے زیر اہتمام ۱۹ تا ۲۱ اگست ۹۴۔ یوتریخت میں دو روزہ کنونشن ہو رہا ہے۔ جس میں یوتریخت میں جامع اور مرکز کا باقاعدہ افتتاح کیا جائے گا۔

چند سال پیشتر ایک گرجا خرید اگیا تھا۔ اس میں ضروری تبدیلیاں کر لی گئیں ہیں اور اب یہ گرجا یوتریخت میں ایک نہایت شاندار جامع اور مرکز کے طور پر کام کرے گا۔ احمدیہ انجمن فیڈریشن ہالینڈ کے تعاون سے اس مرکز کی افتتاحی تقریب کا پروگرام تمام بیرونی جماعتوں کو موصول ہو چکا ہے۔ ۱۹ اگست کو یوتریخت جماعت کے صدر محترم الحاج ظہور جہانگیر اس کا افتتاح فرمائیں گے۔ جمعہ کا خطبہ اور نماز اور جناب الحاج عبدالرحیم جگو صاحب پڑھائیں گے۔ اس کے علاوہ احمدیہ انجمن فیڈریشن ہالینڈ کے صدر محترم ڈاکٹر کرامت علی اور دیگر جماعتوں کے نمائندے دو روزہ کنونشن کے دوران مختلف موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔ ہالینڈ کی جماعتوں کے احباب تحریک احمدیہ، لاہور کی بیرونی ممالک کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ گیانا میں مسجد کی تعمیر ہو یا برلن مسجد اور مشن ہاؤس کی مرمت اور تزئین کا کام ہو یا پھر قرآن مجید کے دنیا کی زبانوں میں تراجم کی تحریک ہو۔ اس جماعت کی خواتین اور مرد حضرات نہایت اخلاص اور فراخدلی سے حصہ لیتے ہیں۔

یوتریخت جماعت کا ذکر آتے ہی ذہن میں ہمارے نہایت مستعد اور منتظم بھائی ایوب حسن محمد صاحب کا نام آتا ہے جو ایک لمبے عرصہ تک اس جماعت کے صدر رہے اور احمدیہ مرکز کے لئے چرچ خریدنے اور اس میں مناسب تبدیلیاں کروانے میں ان کی محنت، لگن اور کاوش کا بڑا ہاتھ

ہے۔ اگست میں جامع اور احمدیہ مرکز کے باقاعدہ افتتاح سے ان کی دیرینہ خواہش شرمندہ تعبیر ہوگی۔ چرچ کی یہ عمارت، اس کا ڈیزائن اور گردو پیش سر سبز لان بے حد خوبصورت اور دلکش نظارہ پیش کرتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ یوتریخت جماعت پہلے کی طرح تمام دیگر جماعتوں کے ساتھ اشاعت و تبلیغ اور تنظیم جماعت میں موثر کردار ادا کرے گی اور ہالینڈ کی جماعتیں دیگر بیرونی جماعتوں کے لئے پہلے سے بڑھ کر تعاون اور شراکت کا ذریعہ بنے گیں۔

چینی، روسی اور جرمن زبانوں میں قران مجید کے تراجم

احمدیہ انجمن یو ایس اے کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی ایک خصوصی میٹنگ، کولمبس، اوہائیو میں ۱۸ اور ۱۹ فروری ۹۴ء کو ہوئی جس میں چینی، روسی اور جرمن زبانوں میں قرآن مجید اور دیگر کتب کے تراجم اور طباعت کے کام کا جائزہ لیا گیا۔ اگر کام موجودہ رفتار سے تسلی بخش طریق پر آگے بڑھتا رہا تو امید ہے کہ اس سال کے آخر تک قرآن مجید کے یہ تینوں تراجم شائع ہو جائیں گے۔

ارشادات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

"وہ جو اسکے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات پائیگا وہ جو اسکے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اسکو ملیگا تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ وہ بھی تمہارا ہو جاوے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جن میں سے ایک طاعون بھی ہے سو تم خدا سے صدق کیساتھ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کیطرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائینگے جو ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔

نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کیساتھ رکھو اور اسکے غیر کو اس کے کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔

اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنیکے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اسکے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا"۔ (کشتی نوح، ص ص ۱۲، ۱۳۔)

"سوا ے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اسوقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوۃ کے لائق ہے وہ زکوۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا

جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوتے سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کروگے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دیگا سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا اور حسرت سے مریگا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکیگا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا در حقیقت موجود ہے اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اسکو چنتا ہے وہ اسکے پاس آجاتا ہے جو اسکے پاس جاتا ہے جو اسکو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اسکی طرف آجاؤ کہ وہ تمہیں قبول کریگا عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھکر ہے اور اب بعد اسکے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے"۔ (کشتی نوح، ص ص ۱۴، ۱۵)

"کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے ممکن نہیں کہ خدا انکو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا ان کی حمایت میں۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بیباک گناہ گار اور بدباطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ انکے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائیگا۔

وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کیلئے اسکے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو انکا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے ہم اس پر ایمان لائے ہم نے اس کو شناخت کیا۔ تمام دنیا کا وہی خدا ہے"۔ (کشتی نوح، ص ۱۸)

چند یادیں

چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم کی ڈائری کے چند اوراق

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور جماعت احمدیہ لاہور کے تعلقات

[چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و معفور کے ہم زلف تھے اور احمدیہ انجمن لاہور کے جنرل سیکریٹری بھی رہے۔ مدیر]

۱۹۱۹ء کا نصف حصہ گذر جانے کے بعد کا ذکر ہے کہ میرے والد مرحوم کے ایک دوست جن کو میں چچا پیر بخش کہتا تھا ہمارے ہاں تشریف لائے اور مجھے حکم دے گئے کہ آج پچھلے پہر ڈاکٹر محمد اقبال کے گھر پہنچ جانا۔ دن کا باقی وقت میں نے بے چینی میں گذارا۔ کجامیں کجا ڈاکٹر محمد اقبال کا مجھے بلانا۔ بہرحال میں وہاں پہنچ گیا۔ نو اصحاب تشریف رکھتے تھے۔ جن میں سے سات کو میں جانتا تھا اور میرے پہنچتے ہی آواز اٹھی "لو ہمارا بیٹا آ گیا ہے۔" ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب الیکشن میں کھڑے ہو رہے ہیں۔ تم نے اس میں کام کرنا ہے میں نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا۔ یہ ان سے ذاتی ملاقات کا پہلا دن تھا۔

دسمبر ۱۹۱۹ء کے آخری ایام تھے۔ شام کے قریب میں گھر پہنچا تو میری والدہ نے کہا کہ تھوڑی دیر ہوئی قادر بخش (ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کا ملازم) آیا تھا اور پیغام دے گیا ہے کہ میں تم کو فوراً بھیج دوں۔ چنانچہ والدہ صاحبہ نے اصرار کیا کہ کوئی خاص بات ہو گی اس لیے وہاں اسی وقت چلے جاؤ کھانا واپس آ کر کھالینا۔ احمدیہ بلڈنگس، لاہور پہنچ کر قادر بخش کو تلاش کیا۔ مغرب کی نماز ہو چکی تھی۔ جامع بھری ہوئی تھی۔ قادر بخش نے مجھے دیکھا تو فوراً اندر جا کر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کو بلا لایا۔ وہ مجھ سے بڑی شفقت سے ملے اور کہا کہ کیا ہمارے اندر کوئی عیب دیکھا ہے؟ اسی روز یہاں میاں غلام رسول صاحب مرحوم نے بھی مجھ سے احمدیت کے متعلق گفتگو کی۔ غالباً انہوں نے محسوس کیا ہو گا کہ میرا رویہ ان کے متعلق معاندانہ ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے اندر محراب میں لے گئے اور حضرت امیر مولینا محمد علی صاحب مرحوم و معفور کے ساتھ بٹھا دیا۔ انہوں نے مختصر الفاظ میں تحریک کی اور میرا ہاتھ پکڑ کر بیعت میں شامل کر لیا۔ بس پھر کیا تھا۔ وہ لے دے شروع ہوئی کہ الاماں !!

دو چار ماہ بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و معفور نے مجھے بلا بھیجا اور اشاعت اسلام کے کام میں شریک ہونے کا حکم فرمایا۔ میں نے اس حکم کی بجا آوری کا یقین دلایا۔ ایک طرف ڈاکٹر سر محمد اقبال کے الیکشن کے متعلق حکم تھا کہ میں فوری دلچسپی سے کام کروں۔ دوسری طرف تبلیغ اسلام کا پروگرام تھا۔

میں نے انجمن حمایت اسلام، لاہور کے ایک سکول میں اور پھر اسلامیہ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ اس عرصہ میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں بڑی پابندی سے شرکت کرتا۔ جلسہ کے پروگرام میں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و معفور کا لیکچر ہوا کرتا تھا۔ انکا اسلوب یہ تھا کہ وہ قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرماتے۔ اس کی تشریح اور اس کے بعد حضرت نبی کریمؐ کی سیرت اور مکی اور مدنی دور کے حالات کی روشنی میں مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا طریق بتاتے۔ اس وقت بڑے بڑے سجادہ نشین اور علم و فاضل دم بخود ہو جاتے اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کو

تو میں نے کئی مرتبہ آبدیدہ ہو کر ڈھاریں مارتے ہوئے دیکھا۔ تقریر کے الفاظ اور طرز ادائیگی میں سادگی کے باوجود سامعین میں اس قدر جذب کی کیفیت اور تاثیر پیدا کر دیتی کہ کسی بڑے شاعر اور ادیب کو بھی یہ مرتبہ نصیب نہ ہو اور یہ توجہ کسی اور ادیب و شاعر یا لیکچرار میں نظر نہیں آتی تھی۔

میں احمدیہ بلڈنگس، لاہور میں ہی رہتا تھا۔ میری عادت تھی کہ ہفتہ میں دو بار تو ضرور نماز عصر کے بعد میکلوڈ روڈ پر ڈاکٹر اقبال صاحب کی خدمت میں پہنچ جاتا۔ وہاں ایک فٹ اونچا پلیٹ فارم بنا ہوا تھا۔ اس پر مونج کے بان سے بنی ہوئی ایک چارپائی ہوتی تھی اس پر آپ گاؤ تکیہ کے سہارے لیٹے یا ویسے بیٹھے رہتے تھے۔ قریب ہی ایک خالی کرسی رکھی ہوئی ہوتی۔ میں اس پر بیٹھ جاتا تھا۔ گفتگو کے دوران حضرت مولوی محمد علی صاحب کے علمی کام کے بارے میں ضرور پوچھتے۔ جو کچھ مجھے معلوم ہوتا بتا دیتا تھا۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً ڈاکٹر صاحب حضرت مولانا کی تصنیفات کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتے رہتے تھے۔ ابتدا میں وہ تمام شور و غوغا جو میرے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے پر ہوا تھا ان کا انہیں علم تھا لیکن کبھی اسکا تذکرہ انہوں نے گفتگو میں نہیں کیا۔ میری ملاقاتوں کا سلسلہ برسوں چلا چنانچہ انہی ملاقاتوں میں میں شدھی تحریک کے متعلق اپنی جماعت کے کاموں کا ذکر کرتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ عصر کی نماز کے بعد احمدیہ بلڈنگس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے ڈاکٹر محمد اقبال کے تازہ کلام میں سے جہاد کے متعلق چند شعروں کا ذکر کیا جن میں ایک رنگ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے جہاد کے متعلق نکتہ نگاہ پر اعتراض تھا۔ چنانچہ مولوی محمد یعقوب خان صاحب اور مجھے حکم دیا گیا کہ ہم ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے پاس جا کر اس غلط خیال کی وضاحت کریں جو بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف منسوب کیے گئے تھے۔ ہم دونوں ان کے پاس پہنچ گئے اور اس موضوع پر گفتگو کی۔ وہ کتاب اس وقت ان کے قریب رکھی ہوئی تھی۔ علی بخش ملازم سے قلم منگوائی وہ صفحہ نکالا اور لکھ دیا کہ آئندہ یہ نہیں چھپے گا۔ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے پاس جب لوگ مسلمان ہونے کے لیے آتے تو وہ اکثر کو احمدیہ بلڈنگس بھیج دیتے چنانچہ شیخ محمد یوسف گرنتھی صاحب جو سکھ تھے ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے حکم پر ہی احمدیہ بلڈنگس آ کر مسلمان ہوئے بعد میں وہ ہماری جماعت کے بلند پایا مبلغ اور مناظر بن گئے۔

جب ہندوؤں کی طرف سے شدھی کی تحریک شروع ہوئی تو علامہ محمد اقبال کو خوب علم تھا کہ اس یلغار کے مقابل مسلمانوں کا کون ہراول دستہ ان کے ساتھ نبرد آزما ہے۔ میں اپنے مبلغین کے کارنامے ان کے گوش گذار کرتا رہتا۔ اپنی واقفیت کے لیے وہ مجھ سے اس بارے میں پوچھتے رہتے۔

ایک روز صبح ساڑھے سات بجے کے قریب ان کا ملازم خاص علی بخش میرے گھر آیا اور پیغام دیا کہ ڈاکٹر صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کس وقت۔ کہنے لگا کہ ابھی اور پھر کہا کہ محمد یعقوب خان صاحب کو بھی بلایا ہے۔ میں ان کو بھی کہہ آیا ہوں۔ میری تیاری میں کون سی دیر لگنی تھی۔ اتنے میں خان صاحب بھی آ گئے۔ چنانچہ ہم دونوں میکلوڈ روڈ پہنچ گئے۔ گرمی کے دن تھے۔ ڈاکٹر اقبال صاحب برآمدہ میں بیٹھے تھے دو کرسیاں رکھی ہوتی تھیں۔ ہم بیٹھ گئے۔ فرمانے لگے کہ میں نے مدراس میں چھ لیکچر دینے ہیں۔ جو بعد میں ایک کتاب کی شکل میں شائع ہونگے۔ اس میں ایک لیکچر میں نے الہام اور تعلق باللہ پر رکھا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے انگریزی میں بولنا شروع کیا۔ آواز قریباً بلند تھی جیسے لیکچر دیتے وقت ہوتی ہے۔ مجھے شروع میں چند الفاظ سمجھ میں آئے۔ اس کے بعد میں ان کی بلند آواز سن رہا تھا اور کچھ نہیں۔ البتہ دل میں یہ خیال ضرور آیا کہ میں تو علمی لحاظ سے معمولی درجہ کا طالب علم ہوں مگر مولوی محمد یعقوب خان صاحب تو خوب مزہ لے رہے ہوں گے۔ قریباً نصف گھنٹہ بعد آواز بند ہوئی اور بالکل خاموشی ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد ہم نے رخصت کے لیے اجازت مانگی۔ چنانچہ یہ لیکچر ہوئے اور دنیا کو علم ہوا کہ مشرق میں بھی ایک بلند پایہ مسلمان فلسفی ہے۔

ایک روز میں نماز ظہر کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے گھر پہنچ گیا۔

اتفاق سے چوہدری محمد حسین صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ یہ صاحب اسلامیہ کالج لاہور میں میرے ہم جماعت تھے۔ ہمارا یہ تعلق چار سال رہا۔ ان دنوں وہ سیکرٹیریٹ میں شعبہ اخبارات کے انچارج تھے علاوہ ازیں ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے کلام کے پبلشر بھی تھے۔ قریب قریب انکی تمام کتب کی تیاری کے علاوہ فروخت کا حساب کتاب بھی ان کے ہاتھ میں تھا۔ ایسی ملاقات کے لیے ہم تینوں کی خواہش تھی جو اس وقت پوری ہو گئی۔ تعلیم کے زمانہ کے بعد میرے ذاتی تعلقات بڑے مخلصانہ تھے مگر میری تحریک احمدیت میں شمولیت کچھ باعث شکوہ بھی تھی۔ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے اس بارے میں گفتگو شروع کر دی۔ چوہدری صاحب کے سوالات جارحانہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب بحیثیت ثالث کبھی میری گفتگو پر مسکراتے کبھی محمد حسین کے اعتراضات پر۔ یہ سلسلہ تقریباً دو گھنٹہ تک جاری رہا۔ اتفاق سے ایک صاحب وہاں آ گئے۔ اور ہمارا موضوع ادھورا رہ گیا۔ عمر بھر مجھے بھی ایسی طویل گفتگو کا موقع نہیں ملا تھا اور میں ایسی گفتگو سے گریز بھی کرتا ہوں۔ اس لیے کہ میں ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے کاموں کو زیادہ اہمیت دیتا تھا۔

ڈاکٹر اقبال صاحب کئی بار ملک سے باہر قومی اہمیت کے کاموں کے سلسلہ میں گئے۔ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد جاری تھی اور امید تھی کہ یہ رنگ لائیں گی۔ جب واپس تشریف لاتے تو دس پندرہ دن تک ان کے ہاں ملاقات کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا۔ میں ان ایام میں وہاں جانے سے پرہیز کرتا تھا۔

پھر ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں ایک کانفرنس میں لندن تشریف لے گئے۔ حسب عادت میں کوئی دو ہفتہ بعد حاضری دینے گیا فرمانے لگے بڑا انتظار کرایا ہے۔ میں نے سمجھا کوئی خاص امر ذہن میں ہے۔ آپ فرمانے لگے واپسی پر میں ترکی چلا گیا۔ وہاں کے حالات بڑے مخدوش تھے۔ انور پاشا وسط ایشیا میں تشریف لے گئے تاکہ وہاں سے مدد حاصل کریں کیونکہ اس وقت اس عظیم سلطنت کے معاملات ڈانواڈول ہو رہے تھے۔ ان کی دو صاحبزادیاں ہیں جو قوم کے پاس امانت ہیں وہ بھی بڑی عسرت کی حالت میں ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو ہندوستان کے مسلمان گھرانوں میں بیاہ دیا جائے تاکہ ان کے مسلمانان ہند کے ساتھ تعلقات و روابط قائم ہو جائیں۔ پھر خاموش ہو گئے موضوع بڑا اہم اور نازک تھا۔ مجھ سے سوال کیا تمہاری جماعت کے فلاں صاحب کا بیٹا اب کیا ہے اور کہاں ہے۔ میں نے اپنی معلومات عرض کر دیں۔ پھر مجھے فرمایا کہ لڑکے والوں سے دریافت کر کے ان کے عندیہ سے مجھے کل اطلاع دینا۔ دوسرے روز میں حاضر ہوا جواب کے منتظر تھے۔ میں نے عرض کیا کہ ان لوگوں نے کہا ہے کہ ہماری ڈیوڑھی بہت چھوٹی ہے جس میں سے انور پاشا کی صاحبزادیاں بمشکل داخل ہو سکیں۔ وہ ایسے خاموش ہوئے کہ کچھ دیر کے بعد میں خود ہی اٹھ کر رخصت ہوا۔

سیاست کا میدان ایسا پرخار ہے کہ ہر قدم پر انسان کانٹوں سے الجھ جاتا ہے۔ دراصل خلیفہ قادیان مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب سے کشمیر کے سوال پر علامہ صاحب کا اختلاف ہو گیا تھا۔ ان کا ہمارے ساتھ جو انس تھا وہ مندرجہ بالا واقعات سے واضح ہو جانا چاہیے مگر عوام الناس نے ہمارا اور اہل قادیان کا مسلک ایک جیسا ہی سمجھ لیا اور عقائد کی بحث کے حوالے سے ہمیں ایک ہی جانا۔

۱۹۳۰ میں میں احمدیہ بلڈنگس سے منتقل ہو کر میں مسلم ٹاؤن پر نہر کے کنارے احمد پارک چلا آیا تھا۔ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب وہاں کبھی کبھی دن کے وقت تشریف لاتے۔ انہوں نے اپنی رہائش بدل لی تھی۔ کرایہ کی کوٹھی چھوڑ کر گڑھی شاہوں میں ریلوے دفاتر کے سامنے مکان بنا لیا تھا۔ ایک روز کہہ ہی دیا کہ اتنی دور جا کر کیا حاصل کر لیا۔ میں نے بات ٹالنے کے لئے کہہ دیا کہ میں چاہتا تھا میرے بچے دہقانی فضا میں پرورش پائیں جو ان کو یہاں میسر ہے۔ ویسے مجھے کہنے لگے میرے دوست (نواب ذوالفقار علی خاں سابق والی مالیر کوٹلہ) بھی تکلیف میں ہیں۔ خلوص انکی طبعیت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

مسئلہ خلافت پر ایک اجمالی نظر۔ (1)
حضرت مرزا صاحب کی خلافت مشائخ کی خلافت ہے نبیوں کی خلافت نہیں

حافظ شیر محمد صاحب خوشابی

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً من کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔(۱)

یعنی "اللہ تعالےٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھا عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لیے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کردے گا اور وہ ان کے لیے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن کی حالت کردے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے وہی نافرمان ہے۔"

ابتدائے آفرینش سے انسانوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کا کام انبیاء علیہم السلام کے سپرد رہا۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی تو امت کی ایمانی اور اخلاقی حالت کی اصلاح، دین کو مضبوط کرنے اور خوف کو امن میں بدلنے کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے سپرد کیا گیا۔ اس آیت میں اس خلافت کے وعدہ کا ذکر ہے۔

1۔ خلافت کے مسئلے پر اختلاف

اسلام میں سب سے پہلا اختلاف اسی مسئلہ پر ہوا اور امت محمدیہ تین گروہوں میں بٹ گئی۔

۱۔ اہل سنت والجماعت ۲۔ اہل تشیع

۳۔ اہل خوارج

چنانچہ یہ اختلاف مسلمانوں میں آج تک موجود ہے۔ اہل سنت والجماعت خلفاء راشدینؓ کو اسی آیت استخلاف کا مصداق سمجھتے ہیں اور اہل تشیع ان سے الگ ہو کر آئمہ کو اسی آیت کے ماتحت مانتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی رو سے ہر زمانہ میں مجددین جو آتے رہتے ہیں وہ اس آیت کے ماتحت آتے ہیں۔

اس دور میں چودہویں صدی کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے بھی اپنے دعوئے کے ثبوت میں اسی آیت استخلاف کو پیش کیا ہے

آپ کے بعد جماعت احمدیہ میں دوسرے مسائل کے علاوہ اس خلافت کے مسئلہ میں بھی اختلاف ہے۔ عموماً جماعت احمدیہ لاہور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے بعد خلافت نہیں تھی تو حضرت مولوی نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں خلیفہ تسلیم کیا گیا۔ بات دراصل یہ ہے کہ دونوں جماعتوں میں اختلاف لفظ خلیفہ کے استعمال کرنے پر نہیں بلکہ ان امور میں ہے جو خلیفہ کے مفہوم اور اس کے اختیارات اور اس کے بیعت نہ کرنے کے نتائج پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے خلافت کے معنے اور مفہوم کا سمجھنا ضروری ہے۔

خلافت کا مفہوم بہ اعتبار لغت

الخلافۃ النیابۃ عن الغیر اما لغیبۃ المنوب عنہ واما لموتہ واما لعجزہ واما لتشریف المستخلف وعلی ھذہ الوجہ الا خیر استخلف اللہ اولیاہ فی الارض۔(۲)

خلافت کے معنے دوسرے کی نیابت کرنا ہے یا اس کے قائم مقام ہونا بوجہ اس کی غیر حاضری کے یا اس کے مرجانے کے یا کام کی ناقابلیت کے مگر بعض وقت جس کو خلیفہ بنایا جائے اس کی عزت افزائی کے لیے

ہوتا ہے اور اس آخری وجہ پر اللہ تعالےٰ نے اپنے اولیاء کو زمین پر خلیفہ فرمایا ہے۔

ان معنوں کے لحاظ سے خدا تعالےٰ کی نیابت، انبیاء کی جانشینی، مجددین اور مشائخ کی خلافت، بادشاہوں کی قائم مقامی، ایک قوم کے بعد دوسری قوم کی وراثت اور باپ کے بعد بیٹے کے جگہ لینے پر عموماً خلافت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی لیے محل اور موقع کے لحاظ سے خلافت کا مفہوم لیا جائے گا۔

۲۔ قرآن مجید کی رو سے خلافت کا مفہوم

قرآن مجید کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جو خلافت عطا فرمائی ہے وہ تین قسم کی ہے۔

۱۔ خلافت نوعی، ۲۔ خلافت قومی، ۳۔ خلافت شخصی

(الف) خلافت نوعی

تمام انسانی نوع کو خدا تعالیٰ نے اپنا خلیفہ فرمایا ہے۔ اس کا ہر ایک فرد دوسری تمام مخلوقات پر حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔

واذ قال ربک للملٰئکة انی جاعل فی الارض خلیفة (۳)

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام نوع انسانی خلیفہ ہے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی کائنات اور اس کی تمام دوسری مخلوقات پر حکمرانی کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے تو تمام بنی نوع انسان کی خلافت نوعی خلافت ہے۔

(ب) خلافت قومی

جب کوئی قوم زمین کی وارث بنتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہے تو وہ اس قوم کی خلافت ہے۔

واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح (۴)

"یاد کرو جب اس نے تم کو نوحؑ کی قوم کے بعد خلیفے بنائے"۔

اس آیت میں قومی خلافت کا ذکر ہے۔

(ج) خلافت شخصی

جب کوئی شخص خدا تعالےٰ کے فضلوں کا وارث ٹھہرتا ہے اور وہ باطنی رنگ میں منصب ماموریت پر جناب الٰہی کی طرف سے بذریعہ وحی اور الہام کھڑا ہوتا ہے خواہ ظاہری حکومت اس کے پاس ہو یا نہ ہو تو وہ شخصی خلافت ہے۔

یاداؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض۔ (۵)

"اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔" اس آیت میں شخصی خلافت کا ذکر ہے۔

۳۔ آیت استخلاف میں کس خلافت کا وعدہ ہے؟

سورۃ النور کی وہ آیت جسے آیت استخلاف کہا جاتا ہے اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے جو خلافت کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اس میں اسی طرح دونوں قسم کی نعمتیں ظاہری اور باطنی، جسمانی اور روحانی، دینی اور دنیاوی شامل ہیں جس طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام کی امت میں ظاہری اور باطنی نعمتیں خدا تعالےٰ نے عطا کی تھیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی خلافت میں حکومت کے ساتھ نبوت بھی شامل تھی کیونکہ حضرت موسےٰ علیہ اسلام کی شریعت کامل نہ تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکاً۔ (۶)

"جب اس نے تم میں نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا۔

اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل شریعت عطا کی گئی اور آپؐ پر نبوت منقطع ہو چکی ہے اس لیے یہاں بادشاہت اور نبوت کی بجائے ولایت اور بادشاہت رکھی گئی ہے جسے دوسرے لفظوں میں خلافت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون۔(۷)

"حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کی نگرانی انبیاء علیہم السلام کرتے تھے جب ایک نبی گذر جاتا اس کے پیچھے دوسرا نبی آجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفے ہوں گے اور بہت ہوں گے۔"

۴۔دینی اور روحانی خلافت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں حکومت اور ولایت یا بادشاہت اور امامت دونوں باتیں داخل ہیں۔ اس دوہری خلافت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعض وجود تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان دونوں باتوں کو اپنے اندر اکٹھا رکھتے تھے۔ وہ ولی بھی ہوتے تھے اور بادشاہ بھی۔ جس طرح خلفاء راشدینؓ تھے جنہوں نے آنحضرت صلعم کے بعد جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی خلافت کو اپنے وجود میں جمع کیا۔ یہ وہ پاک لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ کو اپنے اندر پوری طرح لے لیا اور آپؐ کے رنگ میں رنگے گئے لیکن خلافت راشدہ کے بعد خلافت دو شاخوں میں تقسیم ہو گئی یعنے دینی اور دنیاوی۔ دنیوی حکومت کے علمبردار تو بادشاہ ہوتے اور منصب ولایت اور روحانیت کو آئمہ دین اور صلحاء امت نے سنبھالا۔ ہاں کبھی کبھار یہ دونوں منصب بادشاہت اور ولایت ایک وجود میں اکٹھے ہوتے رہے جیسے عمر بن عبد العزیز کہ وہ بادشاہ بھی تھے اور پہلی صدی کے مجدد بھی۔

۵۔خلافت کا ذکر احادیث میں

اسی بناء پر آنحضرت صلعم کے بعد خلفاء کو خلافت راشدہ سے متمیز کرنے کے لیے احادیث شریفہ میں ملوک (ملوکیت) کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان اول دینکم نبوۃ و رحمۃ تکون فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ جل جلالہ ثم تکون خلافۃ علی منھاج النبوۃ ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ جل جلالہ ثم یکون ملکاً عاضاً فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ جل جلالہ ثم تکون ملکاً جبریۃ فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ جل جلالہ ثم تکون خلافۃ علی منھاج النبوۃ تعمل فی الناس بسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔(۸)

(۱) "تمہارے دین کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہے اور وہ تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ تعالے چاہے گا پھر اللہ تعالے اس کو اٹھالے گا پھر اس کے بعد نبوت کے طریقہ پر جب تک اللہ تعالے چاہے گا خلافت رہے گی اور پھر اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف اٹھالیگا پھر اس کے بعد ایذا دینے والے بادشاہ ہوں گے اور جب تک خدا چاہے گا تم میں رہیں گے۔ پھر ان کو بھی خدا تعالے اٹھالے گا پھر غالب اور قاہر بادشاہ ہوں گے اور جب تک اللہ ان کو تم میں رکھنا چاہے گا رہیں گے تھوڑی مدت کے بعد ان کو بھی خدا تعالے اٹھالے گا۔ پھر ایک زمانہ آتے گا جس میں سنت کے موافق نبوت کے طریقہ پر خلافت ہو جائی گی۔۔۔۔الخ"

(۲) سیکون بعدی خلفاء ومن بعد الخلفاء امراء ومن بعد الامراء ملوک من بعد الملوک جبابرۃ ثم یخرج رجل من اھل بیتی یملا الارض عدلا کما ملئت جورا(۹)

"فرمایا ضرور میرے بعد خلیفے ہوں گے اور خلفاء کے بعد امیر اور امراء کے بعد بادشاہ اور بادشاہوں کے بعد جابر ہوں گے پھر میرے اہل بیت سے ایک شخص نکلے گا جو زمین کو عدل سے ایسا بھردے گا جس طرح وہ ظلم سے پر تھی"۔

ان احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی رنگ میں تاریخ کے کئی مراحل کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ سے لے کر مسیح و مہدی کے زمانہ تک کے حالات بیان فرما دیے ہیں۔ اس بات کو مختصر الفاظ میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور رنگ میں واضح کیا ہے۔

کیف تھلک امۃ انا اولھا و المسیح اخرھا و لکن بین ذالک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منھم۔(۱۰)

"یہ امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جس کی ابتدا میں میں ہوں اور اس کے آخر میں مسیح ابن مریم ہے لیکن اس کا درمیانی زمانہ کج رو ہو گا نہ ان کو مجھ سے تعلق ہو گا اور نہ ہماری ان سے کچھ راہ و رسم ہو گی۔"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح اور صاف طور پر روحانی خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

العلماء مصابیح الارض و خلفاء الانبیاء و ورثتی و ورثۃ الانبیاء۔

"علما ربانی زمین کے چراغ ہیں اور انبیاء کے خلیفے اور میرے اور دوسرے انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔"

اسی خلافت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجددیت کے نام سے موسوم فرمایا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

"اللہ تعالےٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کی اس کے لیے تجدید کرے گا۔"

قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے واضح ہو گیا کہ خدا تعالےٰ نے اسلام کا استحکام اور اس کی حفاظت خلفاء کے ذریعہ ہی مقدر فرمائی تھی جو علماء ربانی اور مجددین تھے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور جانشینی کا نظام قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

۶۔ روحانی خلافت کا نظام

چودہ سو سالہ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ روحانی خلافت کا نظام مسلمانوں میں دو طرح سے مروج رہا ہے ایک تو آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے ماتحت دوسرا وہ نظام خلافت جو مجددین اور مشائخ نے رائج کیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایک تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہوتے اور دوسرے مجددین اور مشائخ کے خلفاء ہوتے ہیں۔

تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو روحانی سلسلے ان مجددین اور مشائخ کے ذریعہ معرض وجود میں آتے ہیں۔ جیسے سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ سہروردیہ وغیرہ ان میں بھی ہمیشہ خلافت اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے ماتحت جو خلیفے ہوتے ہیں وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور جانشین کہلاتے ہیں جیسے خلفاء راشدین اور بعد ازاں ہر صدی کے مجدد جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت امام غزالیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہ۔ یہ سارے کے سارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء تھے۔ مگر جو کسی روحانی بزرگ یا شیخ اور مجدد کے خلیفے ہوتے ہیں وہ اس سلسلہ کے خلفاء کہلاتے ہیں وہ آیت استخلاف کے ماتحت خلیفے نہیں ہوتے۔ پس چودھویں صدی میں آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ خلیفہ ہیں نہ کہ نبی۔

۷۔ حضرت مرزا صاحب آیت استخلاف کی رو سے خلیفہ ہیں۔

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

(۱) میرے مامور ہونے پر بہت سی شہادتیں ہیں۔

اول اندرونی شہادتیں، دوم۔ بیرونی شہادتیں، سوم صدی کے سر پر آنے والے مجدد کی نسبت صحیح حدیث۔ چہارم انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا وعدہ۔ اب پانچویں اور زبردست شہادت میں اور پیش کرتا ہوں اور وہ سورۃ النور کا وعدہ استخلاف ہے جہاں اللہ تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی

الارض کما استخلف الذین من قبلھم (سورۃ النور)

اسی آیت استخلاف کے مواقق جو خلفاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہوں گے ۔۔۔۔۔۔ اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اسی رنگ و قوت کا پیدا ہو جو مسیح کی مماثلت رکھتا ہو۔" (۱۲)

(۲) پہلی دلیل اس بات پر کہ میں ہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں یہ ہے کہ میرا یہ دعوئے مہدی اور مسیح ہونے کا قرآن شریف سے ثابت ہے ۔۔۔۔۔ وہ یہ آیت ہے وعد اللہ الذین امنوامنکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔

یعنی خدا نے ان ایمانداروں سے جو نیک کام بجالاتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے زمین پر خلیفے مقرر کرے گا انہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے کیے تھے"۔ اب جب ہم مانند کے لفظ کو پیش نظر رکھ کر دیکھتے ہیں جو محمدی خلیفوں کی موسوی خلیفوں سے مماثلت واجب کرتا ہے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ان دونوں سلسلوں کے خلیفوں میں مماثلت ضروری ہے اور مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابوبکرؓ ہے اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے والا وہ مسیح خاتم خلفائے محمدیہ ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے۔" (۱۳)

اس کے علاوہ اور بھی اس موضوع پر حوالہ جات ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنے آپ کو امت محمدیہ کے خلفاء میں سے آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے ماتحت چودھویں صدی میں مقام خلافت پر جائز سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو خلیفہ رسول سمجھتے ہیں۔

۸۔ خلیفہ صرف نبی کا نہیں بلکہ مشائخ کا بھی ہوتا ہے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خلافت صرف نبوت کی ہی ہوتی ہے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک خلافت صرف نبوت کی ہی نہیں بلکہ مشائخ کی بھی ہوتی ہے جیساکہ فرماتے ہیں:۔

"صوفیاء نے لکھا ہے جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے لائق ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے جب کوئی رسول یا شیخ وفات پا جاتا ہے تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے۔۔۔۔" (۱۴)

حضرت مرزا صاحبؑ نے فرمایا کہ ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ (۱۵)

حضرت مرزا صاحبؑ نے جب اپنے بعد ہونے والے جانشین کا ذکر کیا تو نبی والا الہام نہیں بلکہ شیخ والا الہام پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد نبوت کی خلافت نہیں مشائخ اور مجددین والی خلافت ہے۔

۹۔ "خلیفے خدا بناتا ہے" کا مفہوم

بعض اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلیفے خدا بناتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ خلیفہ کا فعل خواہ وہ خلافت نوعی ہو یا قومی اور شخصی خدا تعالےٰ نے اسے اپنی طرف ہی منسوب کیا ہے۔

شخصی خلافت چونکہ بذریعہ وحی ہوتی ہے اور اسباب کو اس میں دخل نہیں ہوتا اس لیے اس خلافت کا پانے والا خلیفۃ اللہ کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ سوائے نوعی یا قومی خلافت کے جو محض اسباب کے تحت انسان کو ملتی ہے وہ کسی شخص یا قوم کو اصلاحی رنگ میں خلیفۃ اللہ کہلانے کا مستحق نہیں ٹھہراتی۔ ایک شخص کو خدا تعالےٰ نے انسان بنایا وہ اپنی نوع کے لحاظ سے زمین میں اس کا خلیفہ ہے۔ ایک قوم کو خدا تعالےٰ نے برسر حکومت رکھا ہے وہ بحیثیت قوم کے زمین میں خلیفہ ہے ان کا فاعل بھی خدا تعالےٰ ہے لیکن باوجود اس کے وہ خلیفۃ اللہ نہیں کہلا سکتے جیسے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے:

امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء یجعلکم خلفاء الارض۔ (۱۶)

"کون ہے جو مضطر کی دعا کو جب وہ اس سے دعا کرتا ہے قبول کرتا ہے اور مصیبت کو دور فرماتا ہے اور تم کو زمین میں خلیفے بناتا ہے۔"

اس آیت میں مشرکین مکہ کو خلفاء کے نام سے موسوم کیا ہے۔ تو اصل میں جس انسان کو خدا تعالے وحی اور الہام کے ذریعہ کھڑا کرتے ہیں وہی شخص ہے جسے کہا جاسکتا ہے کہ اسے خدا تعالے نے خلیفہ بنایا ہے اور خلیفتہ اللہ کہلانے کا مستحق ہے۔

۱۰۔ مشائخ کے خلفاء کا روحانیت سے خالی ہو جانا

جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ خلافت انبیاء کی بھی ہوتی ہے اور مشائخ اور مجددین کی بھی اور اس امت میں جتنے روحانی سلسلے ہیں ان سب میں خلافت موجود ہے۔ جب مرور زمانہ کی وجہ سے گذشتہ مشائخ کی خلافتوں میں طرح طرح کی بدعات پیدا ہو گئی تھیں گو ان کے قائم کردہ سلسلے باقی تھے اور ان میں بیعت اور خلافت کا سلسلہ جاری تھا لیکن ان میں اسلام کی حقیقی روح نہیں رہی تھی۔ ان سلسلوں کے خلفاء کی اپنے مریدوں میں سے جس پر نظر کرم پڑ جاتی انہیں وہ خرقہ خلافت عطا فرماتے اور وہ اس سلسلہ کے خلفاء کہلاتے اور انہیں اپنے مرید بنانے کی اجازت مل جاتی اور عقیدت کی وجہ سے ان کے مرید اور عقیدت من نذریں، نیازیں اور شرینیاں اپنے خلیفوں کی خدمت میں جاکر پیش کرتے بلکہ بسا اوقات وہی خلفاء اپنے عقیدت مندوں کے گھروں میں سال بہ سال شیرینیاں وصول کرنے کے لیے جاتے اور جو کچھ ان سے وصول ہوتا وہ اسے اپنا حق سمجھتے اور انجام کار ان خلیفوں نے انہی نذروں اور نیازوں کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنالیا۔ اسی لیے آہستہ آہستہ یہ مشائخ کے سلسلے روحانیات سے بالکل خالی ہو گئے اور ان کا مطمع نظر صرف دنیا ہی رہ گئی۔

۱۱۔ حضرت مرزا صاحبؑ شریعت و طریقت دونوں کے مجدد تھے۔

چودھویں صدی میں خدا تعالے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضرت مرزا صاحب اس دور میں جیسے شریعت کے مجدد تھے ویسے ہی طریقت کے بھی مجدد تھے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:-

"یہ عاجز شریعت اور طریقت دونوں میں مجدد ہے" (۱۷)

جس طرح آپ نے شرعی اور فقہی مسائل کی پیچیدگیوں کو حل کیا اسی طرح آپ نے طریقت کی گتھیوں کو بھی سلجھایا۔

۱۲۔ حضرت مرزا صاحب کی جانشینی کا مسئلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ایک اعلیٰ درجہ کے روحانی اور جمہوری نظام کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا اور اپنے بعد کسی فرد واحد کو اپنا جانشین بنا کر نہیں گئے بلکہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے بعد قائم ہونے والے نظام کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ نظام بیعت
۲۔ نظام نظم و نسق یا مالیاتی نظام

ان دونوں نظاموں کی تفصیلات آپ نے اپنی کتاب الوصیت میں لکھیں ہیں۔

(الف) نظام بیعت کے متعلق لکھتے ہیں:-

۱۔ چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں۔ میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ (۱۸)

۲۔ ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہو گا پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہو گا اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لیے نمونہ بناوے۔" (۱۹)

اس پر خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت اس طرح تو گاؤں گاؤں میں خلیفہ ہو جائے گا تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:-

"اس میں آپ کا کیا نقصان ہو گا وہ تو جماعت کو ترقی دینے والے ہوں گے انتظامی معاملات ہم نے انجمن کے سپرد کر دیے ہیں۔" (۲۰)

بیعت کے متعلق کتنا واضح اور صاف حکم ہے کہ جس مومن پر چالیس مومن اتفاق کریں وہ بیعت لے سکتا ہے الوصیت کے انہی الفاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپ کی خلافت اور جانشینی کا مفہوم نکلتا ہے

یہی خواجہ صاحب مرحوم نے سمجھا اور اسی کے تحت حکیم الامت حضرت مولانا نور الدینؒ کو خلیفہ بنایا گیا اور ۱۹۱۴ تک یہی مفہوم قادیانی جماعت بھی سمجھتی تھی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:-

"ہم خلیفہ کا وجود الوصیت میں پاتے ہیں کہ چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔" اور پھر ان بیعت لینے والوں کی نسبت حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ "ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہو گا۔" (۲۱)

۱۳۔ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔

(ب) نظم و نسق یا مالیاتی نظام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوسرا مالیاتی نظام قائم کیا۔ کیونکہ آپ سے پہلے روحانی سلسلوں میں عقیدت کی وجہ سے مشائخ کے خلفاء میں جو نذروں اور نیازوں کا سلسلہ چلتا تھا۔ اس سے پیروں اور خلیفوں کو تو یقیناً فائدہ ہوتا تھا لیکن اسلام اور مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہ تھا اس کی حضرت مسیح موعودؑ نے اصلاح کی۔ وہ یہ ہے کہ ہمیں نذروں کی ضرورت نہیں بلکہ ہر شخص جو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو اس کا فرض ہے کہ وہ اعلائے کلمتہ اللہ اور اشاعت اسلام کے جہاد میں حسب استطاعت ضرور حصہ لے کیونکہ یہ دور اسلام کے لیے بڑا خطرناک دور ہے ہر طرف سے اس پر حملے ہو رہے ہیں اور جو شخص تین ماہ تک اس جہاد فی سبیل اللہ میں عملاً حصہ نہ لے گا وہ درحقیقت جماعت احمدیہ کا با اثر فرد نہ ہو گا اور میرے بعد ان رقوم کے خرچ کرنے پر کسی فرد واحد کا حق نہیں ہو گا بلکہ اس آمدنی کے نظم و نسق کا انتظام آپ کی جانشین انجمن کے ذمہ ہو گا۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

(الف) "چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لیے اس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک اور انصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔" (۲۲)

(ب) "میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں"۔ (۲۳)

(ج) "انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہو گا اس کو اختیار نہیں ہو گا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے اور ان اغراض میں سب سے مقدم اشاعت اسلام ہو گی۔" (۲۴)

(د) "اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لیے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے"۔۔۔

اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہو گا کہ ان تمام فرمان کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں۔۔۔۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہوں گی اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہو گی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کیے جائیں گے وہ کثرت مال دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں"۔ (۲۵)

یہ وہ نظام ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت احمدیہ کے لیے بنایا۔ آپ نے اس دوسرے نظام کو اپنی زندگی میں نہ صرف کتابی شکل میں چھوڑا بلکہ عملاً اس طرح نافذ کیا کہ

اول:- آپ نے اپنی موجودگی ہی میں بیعت لینے کے لیے تین خلیفے مقرر کیے۔ سید عبد اللطیف شہید رحمتہ اللہ علیہ، مولوی حسن علی بھاگلپوری رحمتہ اللہ علیہ اور تیسرے ایک اور بزرگ جو خوشاب کے رہنے والے تھے ان تینوں کو حضرت مرزا صاحب نے اپنے نام پر بیعت لینے کی اجازت دی۔

دوم:- آپ نے اپنی جانشین ایک انجمن بنائی جس کے قواعد و ضوابط مرتب کیے اور ان پر عمل در آمد بھی کروا دیا۔ لیکن بات یہیں تک نہیں رہی اس جانشین انجمن کو حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ہی ایک واقعہ

پیش آگیا کہ انجمن کے ایک عہدیدار نے جو حضرت مرزا صاحب سے خاص تعلق قربت رکھتے تھے انجمن کے احکام کی تعمیل سے انکار کر دیا اور اس پر یہاں تک اصرار کیا کہ آخر معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچا جس پر آپ خود انجمن کے اجلاس میں تشریف لاتے اور مندرجہ ذیل تحریر اپنے قلم سے لکھ کر دی:-

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیے اور وہی قطعی ہونا چاہیے لیکن میں اس قدر زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالے کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہو گا" ۔(۲۷)

اب یہ کھلا کھلا فیصلہ حضرت مرزا صاحب کا ہے کہ صرف ان کی زندگی میں بعض دینی امور کی انہیں اطلاع دی جاتے گی ان کے بعد کسی فرد واحد کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ شوریٰ کو رد کر سکے بلکہ ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہو گا۔

۱۵۔ جماعت ربوہ اور جماعت احمدیہ لاہور کا خلافت کا مسئلہ میں اختلاف

ان تمام تحریرات کی موجودگی میں حضرت مسیح موعودؑ کی جانشینی کا مسئلہ کوئی ایسا مشکل امر نہیں تھا لیکن خود غرضی کا برا ہو کہ اسی مسئلہ پر ہمارے دوسرے فریق نے بہت سی الجھنیں پیدا کر دی ہیں حالانکہ مسئلہ خلافت میں دونوں جماعتوں کے نزدیک جو امور متنازعہ ہیں وہ یہ ہیں:-

۱۔ جماعت ربوہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت نبوت کی ہی ہوتی ہے چونکہ حضرت مرزا صاحب کے بعد خلافت قائم ہوئی اس لیے حضرت مرزا صاحب نبی تھے اور آپ کی خلافت نبوت کی خلافت ہے اور اس کے بر عکس

جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ ہے کہ خلافت صرف نبوت کی ہی نہیں ہوتی بلکہ مجددین اور مشائخ کے خلفاء بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے:-

"صوفیاء نے لکھا ہے جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے ۔۔۔ ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے الشیخ المسیح الذی الایضاع وقتہ (۲۸)

۲۔ جماعت ربوہ کا یہ مذہب ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء کی بیعت نہ کرنے والا خواہ اس نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت بھی کیوں نہ کی ہوئی ہو فاسق ہے۔

اور جماعت احمدیہ لاہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ اشخاص جن کو چالیس مومن یا پوری جماعت بیعت لینے کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ یا جانشین کے طور پر منتخب کرے گی وہ صرف غیر از جماعت لوگوں کی سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے حضرت صاحب کے نام پر ان سے بیعت لینے کے مجاز ہوں گے اور جنھوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی ہے وہ انہیں مجبور نہیں کر سکتے یہ ان کی اپنی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ ان کی بیعت کریں یا نہ کریں اگر وہ ان کی بیعت نہ کریں تو وہ فاسق نہیں ہوتے۔

۳۔ جماعت ربوہ کا یہ عقیدہ ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلیفہ کو بحیثیت خلیفۃ المسیح ہونے کے انجمن کے فیصلوں میں دخل دینے کا حق ہے وہ انجمن کے فیصلوں کو رد کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک خلیفہ انجمن پر حاکم ہے لیکن جماعت احمدیہ لاہور کا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ انجمن کے فیصلوں میں دخل دینے کا حق نہیں رکھتا اور نہ ہی اسے انجمن کے فیصلوں کو رد کرنے کا اختیار ہے وہ بھی انجمن کے فیصلوں کا ایسا ہی پابند ہے جیسا کہ جماعت کا ہر فرد۔ یہ الگ بات ہے کہ انجمن خود اس بات کو مان کر اپنا فیصلہ بھی اس کے مطابق کر دے۔

خلیفہ کی جگہ امیر لفظ استعمال کرنے کی وجہ

خلاصہ یہ کہ جماعت احمدیہ لاہور کو محض کسی کے لیے خلیفہ کے لفظ کو استعمال کرنے پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس کے مفہوم میں اختلاف ہے جس سے حضرت مسیح موعودؑ کے اصل مقام کو مشتبہ کر دیا گیا ہے اس واسطے اس اشتباہ کو دور کرنے کے لیے (جو جماعت ربوہ نے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوی نبوت منسوب کر کے پیدا کر دیا تھا اور ساتھ ہی یہ غلط عقیدہ بنا لیا تھا کہ خلافت صرف نبوت کی ہی ہوتی ہے جس کے انکار سے حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والا بھی کفر کے فتوی سے بچ نہیں سکتا) حضرت مولانا نور الدینؒ کے وصال کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے آپ کے صحیح جانشین کو خلیفہ کے ہم معنی لفظ امیر سے ملقب فرمایا تا کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ نہ رہے اور جماعت ربوہ کی آئے دن کی نئی وضع کردہ اصطلاحات سے عام مسلمانوں میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں وہ دور ہو سکیں اور حضرت مرزا صاحب کا صحیح مقام جو مسیح، مہدی اور مجدد کا ہے نکھر کر دنیا کے سامنے آ سکے۔

حوالجات:-

۱۔ القرآن سورۃ النور آیت ۵۵۔ ازالہ اوہام، ص ۷۶۶۔ شہادت القران ص ۵۵، شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور

۲۔ امام الراغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن مطبع میمنیہ، مصر ص ۱۰۰

۳۔ القرآن۔ سورۃ البقرہ آیت ۳۰

۴۔ القرآن۔ سورۃ الاعراف آیت ۶۹

۵۔ القرآن۔ سورۃ ص آیت ۲۶

۶۔ القرآن۔ سورۃ المائدہ آیت ۲۰

۷۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔ الصحیح البخاری، کتاب الانبیاء۔ باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔ تیرھواں پارہ

۸۔ منصب امامت مصنفہ شاہ اسماعیل شہیدؒ

۹۔ کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۶

۱۰۔ مشکوۃ المصابیح باب ثواب ھذہ الامتہ

۱۱۔ کنز العمال جلد ۵ ص ۲۰۱

۱۲۔ مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثانی

۱۳۔ منظور الٰہی ص ۲۹۱۔ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔ (مطبوعہ مفید عام پریس، لاہور ۱۳۴۲ھ

۱۴۔ تحفہ گولڑویہ ص ۹۲

۱۵۔ اخبار الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء۔

۱۶۔ القرآن سورۃ النمل آیت ۶۲

۱۷۔ اخبار الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۰ء۔ مکتوب ص ۳

۱۸۔ الوصیت ص ص ۱۳، ۱۴، شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور، بار پنجم۔

۱۹۔ حاشیہ الوصیت ص ۱۴۔ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور، بار پنجم۔

۲۰۔ ایک نہایت ضروری اعلان ص ۵ مصنفہ مولانا محمد علی، برہمن سٹیم پریس، لاہور۔ اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب ص ۵۱ مصنفہ خواجہ کمال الدین، شائع کردہ، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور ۱۹۱۶ء۔

۲۱۔ خلافت احمدیہ ص ۱۳ شائع کردہ انجمن انصار اللہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۳ء۔ انوار احمدیہ مشین پریس، قادیان۔

۲۲۔ ضمیمہ الوصیت ص ص ۵۰، ۵۱ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور، بار پنجم۔

۲۳۔ ضمیمہ الوصیت ص ۵۸

۲۴۔ ضمیمہ الوصیت ص ۴۹

۲۵۔ الوصیت ص ص ۴۰، ۴۱

۲۶۔ اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب ص ۵۳

۲۷۔ مجدد اعظم حصہ دوم ۔۔۔ مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔

۲۸۔ اخبار الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء۔

ہاتھی اور آدمی

ایک شخص جنگل کی طرف جا نکلا، وہ چلا جا رہا تھا کہ پیچھے سے ایک مست ہاتھی نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ شخص اس سے بچنے کو بھاگتا پھرتا تھا اور ہاتھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا تھا یہاں تک کہ رات ہو گئی اور اس بیچارے نے مجبور ہو کر ایک کنوئیں میں پناہ لی اور اس درخت کی ٹہنیاں جو کنوئیں کے کنارے پر اگا ہوا تھا، دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیں۔ اس کے دونوں پاؤں کسی چیز پر جا ٹکے جو کنوئیں کے عرض میں پھیلی ہوئی تھی۔ جب صبح ہوئی تو اس نے دیکھا کہ ٹہنیوں کی جڑ میں خرگوش کے برابر بڑے بڑے دو چوہے لپٹے ہوئے ہیں ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ اور انہیں کاٹ رہے ہیں۔ اپنے پاؤں کے نیچے چار سانپ دیکھے جو اپنی بابنیوں سے سر نکالے ہوتے ہیں۔ اور کنوئیں کی تہہ کو جو غور سے دیکھا تو ایک بڑا اژدہا نظر آیا جو اس کو اپنا نوالہ بنا لینے کی امید میں منہ پھیلائے ہوئے ہے۔ پھر اس نے سر اٹھا کر ٹہنیوں کی جڑ کو جو دیکھا تو اس کے اوپر کی جانب تھوڑا سا شہد لگا ہوا تھا۔ وہ دونوں ڈالیوں کو اپنے منہ کے پاس لایا اور اس شہد کی مٹھاس سے کسی قدر مزہ اٹھایا۔ اس مٹھاس میں وہ ایسا غافل اور از خود رفتہ ہو گیا کہ نہ تو اسے ان دونوں ٹہنیوں کا کچھ غم رہا جن کے سہارے وہ لٹکا ہوا تھا حالانکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ دونوں جنگلی چوہے انہیں تیزی سے کتر رہے ہیں اور نہ ان چاروں سانپوں کا اسے اندیشہ رہا جن پر پاؤں ٹیکے ہوئے تھے اور نہیں جانتا تھا کہ وہ کب جوش میں آ کر اسے ڈس لیں گے اور نہ اس اژدہے کا خوف باقی رہا جو منہ پھیلائے ہوئے تھا اور اسے خبر نہ تھی کہ کب گر کر اس کا لقمہ بنے گا۔"

یوز آسف (حضرت مسیحؑ) اس تمثیل کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

پس وہ کنواں تو یہ دنیا ہے جو آفتوں اور بلاؤں سے بھری ہوئی ہے اور ٹہنیاں یہ بری زندگی ہے اور سفید و سیاہ چوہے دن اور رات ہیں اور ان کا ٹہنیوں کو جلدی جلدی کترنا لیل و نہار کا تیزی کے ساتھ عمر کو تمام کر دینا ہے اور چاروں سانپ جسم کے چاروں خلط ہیں جو واقع میں بس کی گانٹھیں ہیں اور جو اژدہا نگلنے کو منہ پھیلاتے ہوتے ہے وہ موت ہے جو تاک لگائے بیٹھی ہے اور ہاتھی وہ وقت معین ہے جو ہمہ دم آدمی کے پیچھے لگا ہوا ہے اور شہد دنیا کی ناپائندار اور ناچیز لذتیں ہیں جنھوں نے آدمی کو فریب دے بالکل غافل بنا رکھا ہے (صحیفہ یوز آسف، ص ۳۶)

حج روحانی تربیت کا بے مثال شاہکار ہے

محترم راجہ محمد بیدار صاحب

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبرکا و ھدی للعلمین O فیہ ایت بینت مقام ابرھیم و من دخلہ کان امنا۔ واللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ و من کفر فان اللہ غنی عن العلمین O

(ال عمران ۳: ۹۶، ۹۷)

قرآن کریم کی سورہ ال عمران میں ارشاد ہے کہ

"۱۔ پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ برکت دیا گیا اور سب قوموں کے لیے ہدایت ہے۔

۲۔ اس میں کھلے کھلے نشانات ہیں۔ مقام ابراہیم اور جو وہاں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور لوگوں پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج کرنا ہے اس پر جو اس تک راہ پا سکے اور جس نے انکار کیا تو اللہ جہانوں سے بے نیاز ہے۔"

یہاں پر اول سے مراد متقدم فی الزمان ہے یعنی زمانے کے لحاظ سے یہ سب سے قدیم عبادت الٰہی کی جگہ ہے۔ مکہ و بکہ ایک ہی مقام کے دو نام ہیں۔ حضرت مولانا محمد علیؒ نے تفسیر بیان القران میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ مکہ کا نام بکہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ جباروں اور سرکشوں کی جو اس کے اندر یا اس کے متعلق زیادتی کرنا چاہیں گردنیں توڑ دیتا ہے۔ اس نام کی حرمت روز روشن کیطرح درست ثابت ہو رہی ہے اس گھر کے طفیل اہل مکہ کو دنیا جہان کی مال و دولت اور عزت و شرف حاصل ہے جو کسی بھی معبد کو نصیب نہیں۔ روز بروز اس کی برکات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مغربی مستشرقین بھی مخالف ہونے کے باوجود اس مقدس مقام کی تاریخی عظمت اور روحانی تاثرات کے اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

حج کی اس سے بھی زیادہ اہمیت وافادیت اور ہے اور وہ اعلیٰ و ارفع روحانی تجربہ ہے جس کی مثال اور کسی دوسرے بڑے سے بڑے اجتماع میں نہیں مل سکتی۔ اس تجربہ میں انسان اللہ تعالٰے کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ تمام پردے جو اس کو اللہ تعالٰے سے دور رکھے ہوتے تھے اٹھتے جاتے ہیں اور وہ اب خدا کے حضور کھڑا ہے۔ اللھم لبیک اسی روحانی کیفیت کا اظہار ہے۔ اسی طرح یہ ایک نہایت ارفع و اعلیٰ روحانی تجربہ ہے جو ایک مسلمان میدان عرفات میں جمع ہونے والے اجتماع سے حاصل کرتا ہے۔ اس اجتماع کے لیے ہر فرد اپنے گھر سے یہی مقصد لے کر نکلتا ہے کہ وہ اپنے آرام اور آسائش کے سامانوں پر جو اس کی باطنی آنکھ پر پردہ ڈالتے ہیں لات مار دیتا ہے۔ اسے حکم ہے کہ وہ نہایت سادہ لباس پہنے اور ہر قسم کے جنسی خیالات، غیر ضروری گفتگو اور تمام قسم کے تنازعوں سے کنارہ کش رہے اور تمام مصائب و تکالیف بطیب خاطر قبول کر لے اور محض خدا کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کرنے کے لیے ہر لحہ خدا کی حمد و ثنا اور عبادت میں گزارے۔ دنیاوی زندگی کی دلکشی اور سرور فی الواقع ایک حجاب بن جاتا ہے۔ جو دوسری دنیا کو انسان کی آنکھ سے اوجھل رکھتا ہے۔ لیکن ماہ رمضان کے روزے اور حج بیت اللہ انسان کو دنیاوی الائشوں سے پاک کر کے اللہ تعالٰے کی طرف راغب کرتے ہیں۔ صرف تنہائی میں ہی نہیں بلکہ اجتماعی روحانی جدوجہد کے ساتھ بھی اپنے خیالات کو اپنے خدا پر مرتکز کرنا حج کا اصل مقصد ہے۔ ہر ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ حج کو جا سکتا ہے لیکن اس سے مباشرت نہیں کر سکتا۔ اور وہاں اس کو اگر دشمن بھی مل جائے تو اس سے جھگڑنے کی اجازت نہیں۔ یہ سب قیود اور پابندیاں اس لیے ہیں کہ وہ ایک عظیم الشان روحانی تجربہ سے ایمانی قوت حاصل کرے۔

یہ ایک راہب کا روحانی تجربہ نہیں جو دنیا سے کلی طور پر تعلق توڑ لیتا ہے اور نہ ہی خشک زاہد اور صوفی کا تجربہ ہے کہ جو جلوں میں بیٹھ کر تسبیح کے دانوں پر خدا کو یاد کر رہا ہوتا ہے بلکہ یہ اس انسان کا تجربہ ہے جو اپنی رفیقہ حیات کی معیت میں، دوست اور دشمن کے ساتھ تعلقات میں،

اس سب سے عظیم روحانی اجتماع میں مثالی کردار پیش کرتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و معفور نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ اس قسم کے مجمع عظیم میں انسان کے روحانی تجربہ کا رنگ اور نوعیت ایک عجیب جذب کی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ امر کہ ایک دل کو دوسرے دل سے ایک مخفی راہ ہے ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور ایک مادہ پرست بھی اسے تسلیم کرنے میں پس و پیش نہیں کریگا بنا بریں ایک ایسے شخص کی معیت جو ایسے ہی احساسات کو محسوس کرتا اور اسی قسم کے تجربہ سے گذر رہا ہے ایسے ہزاروں لوگوں بلکہ لاکھوں کے مجمع میں جس کے ہر فرد کے دل سے خدائے ذوالجلال کی عظمت اور کبریائی پھوٹ پھوٹ کر اللھم لبیک کے ورد کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہو۔ اجتماعی تربیت کا انمول نمونہ ہے۔ اور جب ایک ہی مقتدر ہستی جو سب کا مقصود و مطلوب ہو پھر اس کے وہ بے پناہ تاثرات جو اس عظیم الشان اجتماع سے قلب انسانی پر وارد ہوتے ہیں شامل ہو جائیں اور پھر سب کے سب یکساں طور پر صرف دو چادروں میں ملبوس ایک زبان میں جس کو ہر کوئی سمجھتا ہے با آواز بلند لبیک اللھم لبیک پکارتے ہیں۔ اے اللہ ہم تیرے حضور حاضر ہیں ان کا ایک جگہ جمع ہو کر ان الفاظ کو دہرانا اس حقیقت کا اظہار ہے کہ وہ ذات باری تعالےٰ کے خیال میں اسقدر غرق ہیں کہ اپنے آپ کو بھول چکے ہیں اور تمام نفسانی خیالات ان کے دلوں سے مٹ چکے ہیں۔

مغربی دنیا کے لوگ جن کو یہ حیرت انگیز منظر دیکھنے کا موقعہ ملا ہے اس پر تعجب کرتے ہیں کہ اس عظیم الشان اجتماع میں کیوں ہر طرف سسکیاں لی جا رہی ہوتی ہیں اور کیوں ہر آنکھ سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور ہر آدمی اپنے آپ کو بھول کر خدا اور صرف خدا کو دل میں بسا لیتا ہے اور ہر لحہ اسی کی یاد میں گذار رہا ہوتا ہے یہی وہ روحانی کیفیت ہے جسے مغربی دنیا کے لوگ جو حقیقت سے واقف نہیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

حج کی فرضیت:- حج ہر بالغ مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ اس سے زیادہ اختیاری امر ہے اور حج کے لیے یہ لازمی شرط ہے کہ انسان مکہ تک سفر کی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا و اللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً (۳ : ۹۶)۔ یعنی "اور لوگوں پر اللہ کے گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک راہ پا سکے"۔

سفر اختیار کرنے کی صلاحیت کئی ایک حالات پر منحصر ہے جیسے کسی شخص کو کوئی جسمانی بیماری ہو جس کی وجہ سے وہ سفر کی سختیاں برداشت نہ کر سکتا ہو۔ بہت بوڑھا بھی اس میں شامل ہے۔ مالی تنگی بھی ہو سکتی ہے جبکہ انسان کے پاس زادہ راہ ہی نہ ہو اور اپنے اہل و عیال کے گذارہ کا انتظام بھی نہ کر سکے جن کو پیچھے چھوڑ کر جانا ہے۔ قرآن کریم نے زادہ راہ کی شرط کا ذکر بطور خاص کیا ہے۔ **و تزودوا فان خیر الزاد التقوی و اتقون یاولی الباب** O (۲-۱۹۷) "زادہ راہ لے لیا کرو۔ بہترین زادہ راہ تقوی ہے۔ اور اے عقل والو میرا تقوی اختیار کرو۔" یمن کے لوگ بغیر زاد راہ کے حج کے لیے آ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم متوکل ہیں مگر جب مکہ آتے تھے تو بھیک مانگنے لگ جاتے۔ جب آپؐ نے حج کے لیے لمبے سفر میں پاپیادہ سفر کرتے ہوئے لوگوں کو سخت مصیبت میں دیکھا تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا کو کوئی ضرورت نہیں کہ یہ شخص اپنے آپ کو اس طرح سزا دے اور حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ اسی طرح ننگے پاؤں مکہ تک جانے کا عہد کر لینے سے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے لیے سہولت کے ساتھ مکہ تک پہنچنے کے لیے کافی انتظام اور زاد راہ ہونا لازمی ہے۔ جان کے خطرہ کی صورت میں بھی انسان فریضہ حج سے بری الذمہ ٹھہرتا ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنھم مدینہ میں ہجرت کے بعد کئی سال تک حج نہیں کر سکے کیونکہ ان کی جانیں مکہ میں محفوظ نہ تھیں۔

اسلام ترک دنیا کا ہر لحاظ سے مخالف ہے اور وہ رہبانیت کی شدت سے مخالفت کرتا ہے۔ عیسائیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ورھبانیۃ ن بتدعوھا ما کتبنھا علیھم (۵۷ : ۲۷) یعنی "رہبانیت انہوں نے خود نکالی۔ ہم نے اسے ان پر لازم نہیں کیا"۔ لیکن اسلام انسان کی

روحانی ارتقاء پر زور دیتا ہے اور اس کے چار بڑے اصول بیان فرمائے ہیں۔

1 ۔نماز، 2 ۔روزہ، 3 ۔زکوۃ، 4 ۔حج۔ان فرائض کی ادائیگی میں روزمرہ کی زندگی کے کاروبار معطل نہیں ہوتے۔ روزانہ پانچ نمازیں وقت کے لحاظ سے زیادہ قربانی نہیں چاہتی۔ نماز ہر روز کی زندگی میں مخل ہوئے بغیر انسان میں باطنی قوت پیدا کرتی ہے اور بندہ خدا کو اپنے ساتھ محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔ جس سے انسان نیکی پر مداومت اختیار کرتا ہے جو انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔اس کے بالمقابل زکوۃ کے حکم کا یہ تقاضا ہے کہ انسان اپنے مال کا ایک قلیل حصہ غرباء اور کمزوروں کے لیے وقف کر دے تاکہ معاشرے میں سے محرومی اور ناانصافی کا خاتمہ ہو جو بے چینی اور فساد کا موجب ہوتے ہیں۔

روزے کا مقصد بھی یہ ہے کہ باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے نفس کو مشقت میں ڈالا جائے تاکہ اس میں خدا کے احکامات پر چلنے کی ہمت اور قوت پیدا ہو اور انسان نہ صرف نیکی کرنے والا ہو بلکہ نیکی کی ترویج اور ترغیب کے لیے ہر وقت مستعد رہے۔

دنیا کسی ایسے موثر نظام کو پیش کرنے سے قاصر ہے جس سے نسلی، لونی، لسانی اور طبقاتی امتیازات کو ختم کر کے اخوت، مساوات اور بھائی چارہ کی فضا قائم ہو۔حج وہ عملی مظاہرہ پیش کرتا ہے جو ان جذبات اور احساسات کی تربیت کا ذریعہ ہے یہ نہ صرف تمام نسلوں اور تمام ملکوں کے لوگوں کو ایک خدا کے کنبہ کے افراد کی حیثیت میں ایک جگہ جمع کرتا ہے جہاں ایک ہی لباس میں ملبوس اعلیٰ اور ادنیٰ کا فرق مٹا کر ایک خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور خدا کی عظمت اور مخلوق خدا کی خدمت بجالانے کا عہد کرتے ہیں۔لبیک اللھم لبیک "ہم حاضر ہیں اے خدا ہم تری جناب میں حاضر ہیں" کے رو سے عجز اور انکساری کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کے رحم اور مغفرت کی درخواست کرتے ہیں اسی طرح ہر ایک مسلمان کو اپنی زندگی میں کم از کم ایک بار اس روحانی تربیت کا حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ مخلوق خدا کے لیے دل میں ہمدردی، خدمت اور قربانی کے جذبات کو تقویت دے اور اس طرح وسیع برادری کے مقاصد کو پورا کرنے کی صلاحیت کا مالک بن جائے۔

قرآن مجید کی روشنی میں

سورۃ العصر اور وقت کی اہمیت

محترم احمد یار صاحب

اس تحریر میں الفاظ میرے ہیں لیکن علم قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے حاصل کیا گیا ہے۔ میرا موضوع "وقت" ہے۔ جو گزر گیا، جو آج ہے اور جو مستقبل میں محفوظ ہے۔اس دنیا کے سفر میں جس کارواں کے ساتھ ہم اور آپ رواں دواں ہیں اس کا آغاز تقریباً 6500 سال پہلے ہوا۔اس طویل مگر مختصر زمانے سے پہلے کئی آدم پیدا ہوئے اور کئی طوفان نوح دنیا کو غرق کر گئے اور کئی عاد اور ثمود ایسی قومیں ختم ہو گئیں۔ پانچ دس ہزار سال پہلے دنیا چھوٹی سی تھی۔ رہنے والوں کے نزدیک وہ سو پچاس میل کے اندر واقع تھی کہ ذرائع آمد و رفت ابتداً انسان کے قدم تھے یہی وجہ ہے کہ جب طوفان نوح آیا تو تقریباً 50 میل کے دائرے کے لگ بھگ اس وقت کی دنیا کو غرق کر گیا۔اور اس مختصر دنیا میں جو مخلوق رہ گئی وہ حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی تھے۔ ایسے حادثات اللہ تعالےٰ کے حکم سے دنیا کے مختلف حصوں میں وقتاً فوقتاً واقع ہوتے رہے ہیں اس وقت میں صرف حضرت آدمؑ کی اولاد کا ذکر کروں گا۔

سورۃ العصر کے مضمون پر غور کیجیے۔ وقت کو عصر فرمایا۔وقت دنیا کی ہر چیز پر اثر انداز ہے جب سے یہ علم پیدا ہوا انسان اسے سمجھنے اور زمانے کے ساتھ اسکے رشتہ کا اپنے حواس کی روشنی میں تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس لحاظ سے یہ مضمون بہت طویل بن سکتا ہے۔ مختصر الفاظ میں کلام الٰہی اور حضرت مرزا غلام احمد مجدد دوران نے وقت کی

تاریخی اور دینی اہمیت پر جو روشنی ڈالی ہے اس کے حوالہ سے مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ سورۃ العصر کا اردو ترجمہ ذیل میں درج ہے :

" زمانہ گواہ ہے کہ انسان نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں۔"

ان تین آیات میں علم کا سمندر موجود ہے۔ یہ سورۃ مختصر مگر بڑی جامع ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی اور سورت نازل نہ ہوتی تو یہ سورت ہی لوگوں کی ہدایت کے لیے کافی ہوتی۔

عصر کے عام معنے " وقت " کے ہیں۔ مفسرین نے دن کے پچھلے پہر کو بھی عصر کہا ہے۔ اسی مناسبت سے اس وقت کی نماز کو نماز عصر کہا جاتا ہے۔ تاہم صبح کی نماز کو شامل کر کے دونوں نمازوں کو بھی مفسرین نے عصرین کہا ہے۔ فجر کا وقت دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ عصر کے وقت میں بھی ایک ایسا وقت آتا ہے جب اللہ تعالےٰ دعا قبول فرماتا ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وقت تو تیزی سے گزر رہا ہے وہ انسان جس نے اس سے فائدہ اٹھالیا یعنی دنیا کے ساتھ ساتھ فلاح آخرت کا سامان اپنے دامن میں سمیٹ لیا وہ کامیاب ہو گیا لیکن وہ جو اسے اچھے مصرف میں نہ لایا وہ نقصان میں ہے۔ وقت کی اہمیت کو لوگ عموماً پہچانتے نہیں۔ ایک ایک لمحہ اپنے اندر بہت قیمت اور اہمیت رکھتا ہے۔ وہ لوگ جنہیں اللہ تعالےٰ نے نقصان سے مستثنےٰ کیا ہے ان میں چار خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔

1 ۔ ایمان، 2 ۔ اعمال صالحہ، 3 ۔ حق اور 4 ۔ صبر کی ایک دوسرے کو تلقین۔

ایمان:۔ ایمان والے کون ہیں؟ سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع میں اس کی نشاندہی کر دی گئی ہے ۔ "کہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے دیا خرچ کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارہ گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں"(۲ : ۳،۴)

جو کچھ انسان کی ظاہری آنکھ سے چھپا ہوا ہو اسے غیب کہا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے غیب سے مراد اللہ تعالےٰ کی ذات کو لیا ہے۔ فرشتے بھی اس معنی میں شامل کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ پر حقیقی ایمان نہ ہو تو باطنی ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ نماز قائم کرتے ہیں۔ نماز کے آداب و شرائط کو قائم کرنا یعنی باطہارت، وقت کی پابندی ہو خضوع خشوع ہو اور اس یقین کے ساتھ نماز ادا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ علاوہ ازیں جو کچھ دیا گیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا نہ صرف اموال بلکہ علم، جسم اور وقت بھی شامل ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ جو نازل ہوا اس پر ایمان یعنی قرآن مجید اور ان وحیوں پر ایمان جو دوسرے انبیاءؑ کے ذریعہ انسان تک پہنچیں۔ ہم گذشتہ انبیاءؑ پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی تعلیم ان کے اپنے زمانے اور ان کی اپنی قوم تک محدود تھی۔ آج وہ اپنی اصلی حالت میں بھی محفوظ نہیں۔ اس میں تحریف ہو چکی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے زمانے کی ضرورت کے مطابق آخری نبیؐ کے ذریعہ دین کو مکمل کر دیا ہے جس میں پرانی وحی کے لائق ضرورت حقائق بھی شامل ہیں۔ اس طرح دین اسلام پر ایمان عملاً سابقہ انبیاءؑ پر بھی ایمان کا ذریعہ ہو گیا۔ اور اسطرح اقوام عالم کو ایک رشتے میں باندھ دیا گیا۔ چنانچہ وہی رب جس نے انسان کے باطن کی آبیاری قدیم زمانہ میں کی اب بھی نفس کی ربوبیت وہی کر رہا ہے۔

آخرت:۔ یعنی یوم جزا و سزا پر ایمان جزو ایمان بنا دیا گیا۔

حضرت عیسیٰؑ کے پیرو کار جنت اور ابدی زندگی کے حصول کے لئے حضرت عیسیٰؑ کی صلیب پر موت پر ایمان لانا شرط قرار دیتے ہیں۔ جبکہ عمل میں کھلی آزادی ہے۔ پچھلے موجودہ اور آئندہ کے سب گناہ معاف ہو جائینگے۔ اس دنیا میں ہی ہمیں جزا سزا نظر آتی ہے۔ آگ میں ہاتھ ڈالو تو جلے گا کام کا بد نتیجہ آج نہیں تو کل ضرور نکلے گا۔ اسلام نے ایمان کو

صرف زبان پر ہی موقوف نہیں کیا بلکہ دل سے یقین اور عمل کو ناگزیر قرار دیا ہے۔

اعمال صالحہ:۔ جن لوگوں کو گھاٹے کی زندگی سے مستثنےٰ کیا گیا ہے ان کے لیے دوسری شرط اعمال صالحہ کی رکھ دی گئی ہے۔ اور سنت نبویؐ کی حدود کے اندر رہ کر عمل کو جزو ایمان قرار دیا ہے۔ اسی طرح انسان کو اپنے نفس کی اصلاح اور ارتقاء کا راستہ دکھا دیا تا کہ وہ رضائے الٰہی حاصل کرے اور مقصد حیات کو پورا کرے۔ حق سچائی اور صحیح راہ نیک عمل کی ضامن ہیں۔ یہ ایمان کی بنیاد ہیں۔ خود راہ مستقیم پر قدم مارو پھر دوسروں کو حق پر چلنے کی تلقین کرو۔ قرآن مجید میں بار بار صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دو تقدیریں بنائی ہیں ایک بدل نہیں سکتی اور آغاز عالم سے ہی مقرر کر دی گئی ہے۔ البتہ دوسری قسم کی تقدیر بدلتی رہتی ہے۔ یہ انسان کے عمل سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے انسان کے عمل اور دعا کے ذریعہ بدل دیتا ہے۔ یہ پیچیدہ صورت ایک سادہ مثال سے اس طرح سمجھائی جا سکتی ہے کہ دو پانی کی ندیاں ہیں۔ ایک تو زمین پر بہہ رہی ہے زمین کے نشیب و فراز اور راہ میں چھوٹے بڑے پتھر اسے اپنی راہ سے دائیں بائیں اور اوپر نیچے موڑ دیتے ہیں یہ تقدیر پہلی قسم کی ہے۔ اس کی راہ میں جو کچھ بھی کھڑا کر دیں یہ ٹیڑھی ہو کر دوسری طرف سے گزر جائے گی۔

دوسری تقدیر کی مثال ایک آبشار کی سی ہے وہ راستے میں رکے گی نہیں۔ انسان کے انتقال کے بعد اور اس کے عمل کے ختم ہو جانے کے ساتھ اور پھر قیامت کے دن تک یہ آبشار رک نہیں سکتی۔ یونہی رواں دواں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ انسان کو عمل کرنے کی آزادی تو دیتا ہے لیکن اس کا نتیجہ وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ ہمیں صبر کی راہ پر چلنا چاہیے اور اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر کے اجر کے حصول کی امید رکھنی چاہیے۔

اللہ تعالےٰ کی حکمت اور تدبیر کی گہرائیوں تک رسائی انسانی دماغ کے لیے ناممکن ہے۔ نظر آخرت پر رکھیں اور اس دنیا کی مشکلات کی برداشت کی توفیق اللہ تعالےٰ سے مانگیں۔ جو بھی حالات پیدا ہوں صبر اور تحمل سے ان کا مقابلہ کریں۔ اسلام کے سلسلہ مجددین کرام میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ انہوں نے صدیوں سے جو زنگ عقائد اسلام پر لگ چکا تھا وہ دور کر کے اسلام کا خوبصورت اور چمکدار چہرہ دنیا کے سامنے رکھ دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو انہیں دیکھے میرا سلام پہنچا دے۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں جو قبولیت آپ نے حاصل کی وہ آپ پر بشارات و الہامات کی کثرت سے صاف ظاہر ہے۔ حضرت امامؑ کی حیات پر نظر ڈالیں۔ بچپن سے ہی آپ دنیا سے دور رہے اور دین حقہ کی تفہیم کے لیے محنت شاقہ کی۔ دن کو دن نہ دیکھا اور رات کو رات نہ سمجھا۔ ایک جستجو اور تلاش تھی جو دل کو بے چین کیے رکھتی اور عبادت کی انتہائی تقاضوں میں انہماک رہتے۔ علم دین جہاں سے ممکن ہوا حاصل کیا لیکن پھر بھی خشیتہ اللہ اور عاجزی کی یہ حالت تھی کہ فرماتے ہیں:

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

آپکے زمانے کی حالت سمجھنے کے لیے وقت کی ترتیب پر کچھ غور کی ضرورت ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن کے متعلق جو آثار بتاتے ہیں اور مذہبی رہنماؤں کی تحریرات میں جو اشارات ملتے ہیں ان کے حوالہ سے اور سائنس کی تحقیق کے مطابق انسان کی ذہنی ترقی کا عمل چند ہزار سال نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا اور قرآئن بتاتے ہیں کہ انسانی تہذیب و تمدن کئی بار پھیلا اور پھر سمٹ کر ختم ہو گیا یا عالمی تباہی نے مٹا دیا اور انسان از سر نو دنیا میں پہلے قدم سے ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ کئی آدم اور کئی طوفان نوح گزر گئے اور یہ سلسلہ یونہی دہرایا جاتا رہا۔ حضرت امام دوران فرماتے ہیں کہ اس ایک سائیکل یا دور میں 7000 سال لگ جاتے ہیں۔ ایک ہزار سال کے دوران میں وحی الٰہی کے نتیجہ میں علم دین و اخلاقیات پہلے ترقی کرتے لیکن پھر گناہ اور جہالت کی وجہ سے ان میں

تنزل شروع ہو جاتا۔ یہاں تک کہ دوسرے ہزار سال کے شروع میں آسمان سے روحانی بارش پھر اسے اصلاح کی طرف لے جاتی اور یہ سلسلہ پھر ایک ہزار سال کے لیے چل نکلتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ اور بعد میں آنے والے انبیاءؑ کا سلسلہ ہزار سال رہا پھر ایک ہزار سال کفر و جہالت رہی۔ تیسرے ہزار میں رشد و ہدایت کا پلہ بھاری ہوا تو چوتھے ہزار میں پھر تنزل شروع ہو گیا۔ پانچویں ہزار میں وہ ہدایت کا سورج طلوع ہوا جس کی روشنی نے تمام دنیا کو منور کر دیا اور جس کی تقدیر تا قیامت رہنے والی مقدر کر دی گئی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ سورۃ العصر کے حروف ابجد 5000 کا عدد بناتے ہیں اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۃ مبارکہ کو اپنے زمانہ بعثت سے مشابہت دیتے تھے کہ حضرت آدمؑ کے وقت نبوت کے 5000 سال بعد محمد صلعم کا وقت شروع ہوا۔ اس پانچ ہزار سال کی دہائی میں بھی وہی عمل ارتقا و تنزل دھرایا گیا اور چھٹے ہزار سال میں پھر وہی تنزل اور جہالت کا دور دورہ ہوا یہاں تک کہ ساتویں ہزار سال میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہاردہم نے دین متین کا چمکتا چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور عیسائی اور ہندو اقوام جو مسلمانوں کو تباہ کرنے اور انہیں مذہب سے دور کرنے میں مصروف تھے انہیں عقلی و علمی دلائل سے زچ کر دیا اور خدا سے روحانی قوت پا کر زندہ خدا کا چہرہ دکھایا۔

اس مسیح موعود و مہدی معہود کی عجز و انکساری کا اندازہ لگائیں۔ چودہویں صدی ہجری کے آغاز میں عیسائیت کی یلغار مذہبی دنیا پر اپنے دنیاوی اثر و رسوخ کے ذریعہ چھاتی جارہی تھی۔ عیسائی حکمران پادریوں اور مشنریوں کے لیے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کر رہی تھیں تا کہ دنیا کو عیسائی بنالیں۔ زمانہ پکار پکار کر مسیح موعود اور مہدی معہود کی منتظر تھی۔ جس اخلاقی پستی میں دنیا گر چکی تھی اس کے نتیجہ میں یا تو اس جبار و قہار کا غضب نازل ہوتا یا پھر صفت رحمانیت کے تحت آسمانی بارش سے کفر کے زنگ دھل جانے کا سامان ہوتا۔ اللہ تعالٰے کا رحم تو اس کے غضب پر ہمیشہ غالب رہا ہے چنانچہ مسیح موعودؑ کا نزول ہوا اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے دور کا آغاز ہوا۔

اللہ تعالٰے سورۃ آل عمران میں فرماتا ہے "اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔"

(۳ : ۱۰۴) اور فرمایا:

"تم سب سے اچھی جماعت ہو جو لوگوں (کی بھلائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔" (۳ : ۱۱۰)

آج اللہ تعالٰے کے فضل سے جماعت احمدیہ کو یہ سعادت اور فخر حاصل ہے کہ اس کا ہر فرد خدمت دین میں ہر لحاظ سے سرگرم عمل ہے لیکن ہم پر ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے جسے محسوس کرنا چاہیے نہ صرف اس لیے کہ یہ اللہ تعالٰے کا بہت بڑا انعام ہے بلکہ اس عظیم مقام کے لیے عظیم تر قربانی اور جدوجہد لازم ہے۔ ہم لوگ صحابہؓ کے قدم پر قدم مار رہے ہیں۔ بہت بڑا امتحان ہے ہر موڑ پر مشکلات کھڑی ہیں۔ ہمارے بزرگان نے اپنا فرض پہچانا اور خوب ادا کیا۔ وہ سرخرو ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں اپنی رضا کے مقام عطا کر دے۔ آج اگر ہم نے سستی دکھائی تو اللہ تعالٰے بے نیاز ہے وہ ہماری جگہ کوئی اور جماعت لے آئے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ دین اسلام آئندہ تین سو سال میں دنیا کے دیگر مذاہب پر غالب آ جائے گا جس کے بعد اس عالم کی صف لپیٹ لی جائے گی۔ ۱۰۰ سال گزر چکے ہیں غلبہ کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ ہم اپنی کوششوں کو جاری رکھیں اور خدا سے دعائیں مانگیں کہ ہمیں اس سعادت سے بہرور ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔